www.KitaboSunnat.com

اجتماعی ملکیت کے اُصول و قواعد

اجتماعی ملکیت

اجتماعی ملکیت سے مراد یہ ہے کہ "مملوکہ سے حق انتفاع صرف ایک فرد کو نہیں بلکہ تمام افراد اُمت کے لئے یہ حق انتفاع موجود ہے جس میں کوئی بھی ترجیح کا حق دار نہ ہے۔

جب کسی چیز سے امت کے اجتماعی مفادات وابستہ ہوں تو اسے کسی ایک فرد کی ملکیت میں نہیں دیا جاسکتا جیسا کہ بڑی بڑی نہریں، دریا، سڑکیں، پل اور آبادی کے اردگرد چراگاہیں اور بڑے بڑے پارک، فوجی ٹریننگ سنٹر وغیرہ..... امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

"الفرات دجلة لجميع المسلمين فهم فيها شركاء"(۱)

"فرات اور دجلہ تمام مسلمانوں کے لیے ہیں اور سب ان میں برابر کے حصہ دار ہیں"

ہاں اگر اجتماعی مفاد ختم ہو جائے تو حاکم وقت اُمت کے مفاد میں جو مناسب ہو، تصرف کر سکتا ہے مثلاً ایک شارعِ عام تھی پھر دوسری شارعِ عام کے وجود سے اس کا مفاد ختم ہو گیا اور اب لوگ اسے استعمال نہیں کر رہے تو حاکم وقت اسے نیلام کر سکتا ہے اور وہ اس طرح انفرادی ملکیت کی طرف بھی منتقل ہو سکتی ہے۔(۲)

اس ضمن میں محمد قدریؒ کا قول ہے:

"الأراضي الاميرية التى يبيعها ولي الأمر بمسوغ بيعها وبملك رقبتها للمشترين متىٰ تحققت المصلحة في بيعها تكون مملوكة رقبة ومنفعة لمشتريها"(۳)

"وہ حکومتی زمینیں جنہیں حاکم وقت نیلام کر دے تو وہ خریداروں کی ملکیت بن جائے گی جب ان کے نیلام میں مصلحت ہے تو وہ اصل منفعت خریدار کی ہو گی"

اسی طرح مفادِ امت کے تحت اگر انفرادی ملکیت کو اجتماعی ملکیت میں لیا جانا ضروری ہو جائے تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرد سے عوضاً یا بلا عوض لی جاسکتی ہے۔ اور مفادِ عامہ کے لیے استعمال ہوگی کیونکہ اصول ہے :

"مصلحة الامة مقدم على مصلحة الفرد"

"ملی مفاد انفرادی مفاد پر مقدم ہے"

حکومت کا بجٹ و میزانیہ چونکہ صدقات و زکوٰۃ، ٹیکس (Tax) اور حکومتی ملکیت سے وصولی پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا مندرجہ ذیل وسائل پیداوار حکومت کی ملکیت ہوں گے۔

(۱) ارض الفیئ (فیٔ کی زمین)

وہ علاقہ جو بغیر جنگ کے صلح کے ساتھ مسلمانوں کے زیر سایہ آئے اور شرائط صلح میں یہ طے ہو کہ ان زمینوں کی ملکیت مسلمانوں کی ہوگی۔ سفیان ثوریؒ نے فیٔ کی تعریف کچھ یوں کی ہے :

"انه عام لكلّ ما وقع من صلح بين الامام والكفار في أعناقهم وزرعهم وأرضهم وفيما صلحوا عليه مما لم ياخذه المسلمون عنوة"(۴)

"فیٔ ان تمام امور کو شامل ہے جو امام و کفار کے درمیان طے پائیں..... چاہے ان امور کا تعلق ان کی اپنی ذات سے ہو یا زراعت / زمین وغیرہ سے اور جس پر بھی صلح ہو بشرطیکہ مسلمانوں نے اُسے جنگ سے فتح نہ کیا ہو"

امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ نے فیٔ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :

"هو ما اجتبى من اموال اهل الذمة مما صولحوا عليه من جزية رؤسهم التي حقنت دماؤهم وحرمت أموالهم ومنه خراج الارضين التي افتتحت عنوة ثم اقرّ الامام في أيدي اهل الذمة على طرق يؤدونه ومنه وظيفة أرض الصلح التي منعها أهلها حتى صولحوا منها على خراج مسمى ومنه ما يؤخذ من أهل الحرب إذا دخلوا بلاد الإسلام للتجارات ..... فكل هذا من الفيئ"(۵)

"جو مال اہل الذمہ سے طریق صلح پر حاصل ہو خواہ وہ جزیہ ہو جس کی بدولت ان کی جان و مال کو تحفظ ملا اور اسی قبیل سے اس زمین سے حاصل شدہ خراج بھی ہے جو جنگ کے نتیجہ میں فتح تو ہوئیں لیکن امام وقت نے اسے ایک مقررہ رقم کے عوض ان کے سپرد کر دیا اور اسی قبیل سے ارض صلح سے حاصل شدہ خراج بھی ہے جس پر ایک مقررہ رقم کے عوض صلح ہوا اسی طرح جو بھی اہل حرب سے لیا جائے جب وہ بغرض تجارت دارالسلام میں داخل ہوں..... یہ سب کی سب فیٔ کی اقسام و انواع ہیں"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان مذکورہ تعریفوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ ہر وہ زمین جو کفار سے حاصل ہو خواہ ان کی جلا وطنی کی صورت میں یا اس شرط پر صلح ہو کہ زمین کی ملکیت مسلمانوں کی ہوگی خواہ نتیجہ جنگ کے طور پر مسلمانوں کے زیر سایہ آئی لیکن حاکم وقت نے مجاہدین کے درمیان تقسیم کرنے کی بجائے مفادِ عامہ کے لیے روک رکھی۔ یہ تو سب کی سب حکومت کی ملکیت ہو گئی جیسا کہ خود آنحضرت نے فدک، وادیٔ القریٰ اور خیبر کا نصف حکومت کے لیے رکھا۔ (۶)

(۲) وہ اراضی جو جہاد و قتال سے حاصل ہوں

ایسی اراضی کی ملکیت میں فقہ اسلامی میں دو آراء نظر آتی ہیں:

(ا) امام وقت کو اختیار ہے کہ امت مسلمہ کے مفاد میں جو اولیٰ و افضل ہے اُسے اختیار کرے،

اگر مناسب ہو تو غنیمت کی طرح خمس نکال کر باقی مال مجاہدین غانمین میں تقسیم کر دے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے موقع پر زمین اولاً غانمین میں تقسیم کر دی بعد ازاں یہودِ خیبر سے مناصفت (پیداوار میں سے نصف نصف) کا معاہدہ کر لیا، اسی وجہ سے جب حضرت عمرؓ نے یہودِ خیبر کو جلاوطن کر دیا تو خیبر میں جن کا حصہ تھا، انہیں طلب کر کے ان کے سپرد کر دیا۔ (۷)

اور اگر مناسب خیال کرے تو اجتماعی ملکیت قرار دے دے جیسا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک طویل بحث و مباحثہ اور ایک کمیٹی قائم کرنے کے بعد ارضِ سواد کو اجتماعی ملکیت قرار دیا (۸)

(ب) دوسری رائے یہ ہے کہ زمین بھی بقیہ اموال کی طرح غنیمت ہے اور امام وقت کا فریضہ ہے کہ خمس 1/5 کے بعد باقی زمین مجاہدین و غانمین میں تقسیم کر دے۔ ہاں اگر بیت المال کو اس کی ضرورت ہو تو پھر ان مالکوں سے عوضاً یا بلا عوض واپس لی جا سکتی ہے۔ اگر واپس لے لے تو اجتماعی ملکیت قرار پائے گی وگرنہ جس کو مل گئی اس کی انفرادی ملکیت ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہوازن کے قیدیوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو خوشی واپس کر دے وہ واپس کر دے اور جو خوشی واپس نہ کرے وہ بھی یہ قیدی واپس کر دے اور اب جو پہلے قیدی حاصل ہوں گے ان سے اس شخص کو یہ بھی ادا کر دیا جائے گا (۹)

حضرت عمر بن الخطابؓ سے بھی متعدد روایات سے ثابت ہے کہ انہوں نے سواد (عراق) کا علاقہ غانمین میں تقسیم کر دیا تھا جیسا کہ ابن مغرب کا قول ہے:

"أن عمر قسّم السواد بين أهل الكوفة ما صاب كل رجل منهم ثلاثة فلاحين" (۱۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"حضرت عمر نے سواد جگہ کو اہل کوفہ کے درمیان تقسیم کر دیا اور ہر شخص کے حصہ میں تین ہاری آئے"

اسی طرح فتح عراق کے لشکر میں بجیلۃ قبیلہ کی تعداد چوتھائی (1/4) تھی تو ان کو چوتھائی سواد دیا گیا اور یہ تین چار سال تک کاشتکاری کرتے رہے (۱۱)

جریر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے مجھے طلب کر کے میرے سواد کے حصہ کی زمین کی قیمت اسّی سے اوپر دینار دیے (۱۲)

اسی طرح ایک خاتون کو اس کے والد کے حصہ کا معاوضہ ادا کیا گیا (۱۳)

امام ابن حزم نے ایک تفصیلی مناقشہ کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے سواد کو تقسیم تو کر دیا تھا بعد میں کسی نے اپنا حصہ بلا معاوضہ واپس کر دیا اور کسی نے قیمتاً واپس کر دیا۔

إن أصح ما جاء عن عمر في ذلك أنه لم يوقف حتى استطاب نفوس الغانمين وورثة من مات منهم وهذا الذي لا يجوز ان يظن بعمر غيره (۱۴)

"اصح ترین جو حضرت عمرؓ سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے سواد اس وقت تک وقف قرار نہیں دیا تا آنکہ غانمین اور متوفین کے ورثہ نے دلی طور پر قبول نہ کر لیا۔ اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کے متعلق کچھ نہیں سوچا جا سکتا۔"

امام نووی کی بھی یہی رائے ہے کہ

"الصحيح المنصوص أن عمر بن الخطاب فتح سواد عنوة وقسمه بين الغانمين ثم استطاب قلوبهم واسترده" (۱۵)

"حضرت عمر بن الخطاب سے صحیح منقول یہی ہے کہ انہوں نے سواد (عراق) کو عنوۃً فتح کیا اور غانمین میں تقسیم کر دیا بعد ازاں انہیں راضی کر کے واپس لے لیا"

مذکورہ بالا دلائل و مناقشہ سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ جب حضرت عمر بن الخطاب نے مختلف محکمے قائم کیے اور تنخواہ دار فوج تشکیل دی، ڈاک کا نظام متعارف کرایا تو ان جملہ مؤظفین کی تنخواہ اور دیگر اخراجات کے لئے بیت المال کے پیداواری وسائل میں اضافہ ناگزیر تھا، لہٰذا ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے حضرت عمرؓ نے وقف کی اسکیم متعارف کرائی اور فرمایا کہ جو چاہے خوشی اپنا حصہ وقف کر دے اور جو وقف نہ کرنا چاہے وہ قیمتاً بیت المال کے سپرد کر دے کیونکہ اجتماعی مفاد انفرادی مفاد پر مقدم ہے تو یوں پورا سواد (عراق) کا علاقہ اجتماعی ملکیت قرار پایا۔ اور اس کی جملہ آمدن بیت المال میں جمع ہونا شروع ہو گئی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) انفرادی ملکیت کو اجتماعی مفاد کے لیے خریدنا

بیع وشراء ایک فرد سے دوسرے کی طرف نقل ملکیت کا ایک بہت ہی معروف طریقہ کار ہے۔ تو اگر کبھی مصلحتِ عامہ کا تقاضہ ہو تو افراد سے ان کی ملکیت حکومتِ وقت خرید سکتی ہے اور یوں یہ انفرادی ملکیت سے اجتماعی ملکیت کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ فرد کو یہ حق نہیں کہ وہ بیع سے انکار کرے حسب قاعدہ کہ "اجتماعی مفاد انفرادی مفاد پر مقدم ہے"۔

اسی اصول کے مطابق حضرت عمرؓ نے جب اہل الذمہ کو جزیرۃ العرب سے جلاوطن کرنے کا فیصلہ کیا تو اُن سے اُن کی مملوکہ اراضی خرید لیں اور اُنہیں اِن کی قیمت ادا کر دی۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے یہودِ فدک کا حصہ ساٹھ ہزار درہم (۶۰۰۰۰) میں خریدا اور وادی القریٰ کے یہود سے ان کا حصہ نوے ہزار دینار (۹۰۰۰۰) میں خریدا[۱۶] اور یہ علاقہ جات اجتماعی ملکیت قرار پائے۔ اور ایسے ہی اہل نجران سے ان کو جلاوطن کرتے ہوئے ان کے اموال خرید لیے۔[۱۷]

ایسے ہی حرم مکی ومدنی کی توسیع کی غرض سے قرب وجوار کے مکانات حضرت عمرؓ و عثمانؓ نے خرید کیے۔[۱۸] تو یوں حرمین کی جب بھی توسیع کی ضرورت سامنے آئی حکومتِ وقت نے قرب وجوار کے مکانات خریدے اور یہ علاقہ حرم کا حصہ قرار پایا اور انفرادی ملکیت سے اجتماعی ملکیت میں ضم ہو گئے جس پر آج تک پوری امت کا اجماع ہے۔

(۴) حکومتِ وقت کی غیر آباد زمینوں کی آبادکاری سے ممانعت

اگر حکومتِ وقت غیر آباد علاقوں کی آبادکاری سے روک دے اور یہ حکم صادر کر دے کہ کوئی بھی فرد حکومتی اجازت کے بغیر کوئی غیر مملوکہ وغیر آباد زمین کو آباد نہیں کر سکتا تو حکومتِ وقت کو یہ حق حاصل ہے بلکہ دورِ حاضر کے لیے تو بہت ہی مناسب ہے تاکہ آبادکاری بذاتِ خود جنگ وقتال کا سبب نہ بن جائے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں آبادکاری کے لیے حاکم وقت کی اجازت لازمی شرط ہے۔[۱۹] اور کئی ایک ممالک نے ایسی قرار دادیں پارلیمنٹ سے پاس کرا رکھی ہیں کہ کوئی فرد حکومتِ وقت کی اجازت کے بغیر آبادکاری کا حق نہیں رکھتا۔ مصری قانون میں آرٹیکل ۸۷۴ یوں ہے:

"إن الأراضي غير المزروعة التي لا مالك لها تكون ملكا للدولة وانه لا يجوز تملك هذه الأراضي أو وضع اليد عليها الا بترخيص من الدولة"[۲۰]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ایسی غیر آباد زمینیں جن کا کوئی مالک نہیں ہے حکومت کی ملکیت ہیں اور کسی فرد کو اجازت نہیں کہ ان زمینوں کا مالک ہو یا ان پر قبضہ کرے تاوقتیکہ حکومت سے اجازت حاصل کر لے۔"

ایسے امور میں حکومتِ وقت کی خلاف ورزی صحیح نہیں بلکہ قانون کی پاسداری کرنی چاہیے۔

(۵) وَقف

افرادِ امت اجتماعی مفاد میں اپنی مملوکہ وقف کر سکتے ہیں بلکہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ :

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (۲۱)

"نیکی کے حصول کے لیے محبوب ترین مال خرچ کرنا ہوگا۔"

تو کئی ایک صحابہ نے اپنی محبوب ترین اراضی وقف کر دیں۔ اور خود ملکیت سے دست بردار ہو گئے۔ جیسا کہ ابو طلحہؓ نے بیرحاء (باغ) وقف کر دیا (۲۳) بنو نجار نے مسجد نبوی کے لیے زمین وقف کر دی (۲۳) اور حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اپنا خیبر کا حصہ وقف کر دیا۔ (۲۴)

(۶) لاوارث کی ملکیت

لاوارث کی جائیداد بھی اجتماعی ملکیت قرار پائے گی جیسا کہ تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ اگر زوجین میں ایک فوت ہو جائے اور ان کا کوئی وارث نہ ہو اور ان کی آپس میں کوئی اور رشتہ داری بھی نہ ہو تو زندہ کو اس کا حصہ دے کر باقی بیت المال میں جمع ہو جائے گا (۲۵)

عہدِ رسالت و دورِ صحابہ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کوئی شخص لاوارث فوت ہوا ہو۔ امام ابن تیمیہ کا قول ہے :

" ما كان يموت في عهده ميت إلا وله وارث معيّن لظهور الأنساب في الصحابة "(۲۶)

"عہد رسالت میں ہر میت کا کوئی نہ کوئی وارث ضرور ہوتا تھا کیونکہ صحابہ کے دور میں انساب معروف تھے"

یہ مذکورہ چھ اصول قواعد ہیں جن سے اجتماعی ملکیت حاصل ہو سکتی ہے اور امت مسلمہ کے تمام افراد اس سے حق انتفاع رکھتے ہیں، ان کے جملہ فوائد تمام افراد کی مصالح میں خرچ ہوں گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات

(۱) کتاب الخراج از قاضی ابو یوسف، ص ۹۷، ۹۸
(۲) المدخل الی نظریۃ الالتزام لمصطفیٰ الزرقا، ص ۲۶۶
(۳) مرشد الحیران لمعرفۃ احوال الانسان از محمد قدری، شق نمبر ۷
(۴) المصنف لعبد الرزاق الصنعانی، ص ۳۱۰ ج ۲
(۵) کتاب الاموال از ابو عبید قاسم بن سلام ص ۲۱
(۶) الکامل فی التاریخ لابن الاثیر الجزری، ص ۲۹۴ ج ۲
(۷) کتاب الخراج از یحییٰ بن آدم القرشی ص ۳۹
صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج القشیری ص ۲۰۹ ج ۱۰
فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ البلاذری ص ۳۸، ۴۰
(۸) کتاب الخراج ابو یوسف ص ۳۵
(۹) تاریخ الامم والملوک محمد بن جریر الطبری ص ۸۸ ج ۳
(۱۰) المصنف، عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ ص ۳۳۹ ج ۱۲
(۱۱) کتاب الخراج ابو یوسف ص ۳۵
(۱۲) الام، الشافعی محمد بن ادریس ص ۲۷۹ ج ۲
(۱۳) کتاب الاموال ابو عبید قاسم بن سلام ص ۶۳
المحلی بالاثار لابن حزم علی بن احمد ص ۱۷۵ ج ۷
(۱۴) المحلی بالاثار لابن حزم علی بن احمد ص ۵۶۱ ج ۷
(۱۵) روضۃ الطالبین للنووی، یحییٰ بن شرف الدین ص ۲۷۵ ج ۱
(۱۶) السنن الکبری للبیہقی، ابو بکر احمد بن حسین ص ۱۳۵ ج ۶
(۱۷) الکامل فی التاریخ للجزری ص ۲۹۴ ج ۲
(۱۸) اخبار مکۃ للازرقی، محمد بن عبداللہ ص ۶۸ ج ۲
(۱۹) کتاب الخراج، ابو یوسف ص ۶۴
(۲۰) المدخل فی التعریف بالفقہ الاسلامی
قواعد الملکیۃ والعقود فیہ ص ۳۸۷
(۲۱) القرآن الکریم ۹۷/۳
(۲۲) الجامع الصحیح للبخاری، محمد بن اسماعیل ص ۳۹۶ ج ۵
(۲۳) ایضا
(۲۴) ایضا
(۲۵) مجموع الفتاوی لابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم ص ۲۷۶ ج ۲۸
(۲۶) مجموع الفتاوی لابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم ص ۲۷۷ ج ۲۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ